

مولانا ابوالمعر عرفان الحق حقانی

کاروان آخرت کے چار مسافر

شیخ التفسیر حضرت مولانا اسحاق کشمیری ومدنی

آئے روز اہل علم و عرفان کے اٹھنے سے علمی دنیا کی رونقیں ماند پڑ رہی ہیں یہی قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ایک ہے کہ علماء یکے بعد دیگرے عدم کے پردوں میں چھپتے جائیں گے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی شیخ التفسیر مولانا محمد اسحاق مدنی کشمیریؒ کی رحلت کا سانحہ ہے، آپ ۲۷ جون ۲۰۱۸ کو آخرت کا کاروان سجا کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اجعل الجنة الفردوس ماواہ

موصوف کی صرف خط و کتابت کو مد نظر رکھا جائے تو مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، قائد شریعت جدی المکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور عی المکرم قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ محبت و تعلق خاطر کا

عرصہ نصف صدی پر محیط معلوم ہوگا۔ ع نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں اخلاص و تقویٰ، علمی تفوق، تواضع، قلمی رواں دواں، خیر خواہی قوم و ملت کی دردمندی اور وفا شعار آپ کی وہ صفات عالیہ ہیں جو مرحوم کی زندگی کا تجزیہ کرنے والا ہر شخص محسوس کر سکتا ہے، بعد مسافت کی وجہ سے احقر کی ان کے ساتھ زیادہ ملاقاتیں تو نہ ہو سکیں تاہم چند ایک ملاقاتوں میں بھی انہوں نے جس توجہ محبت و دلجوئی سے نوازا وہ دل پر تاحال نقش ہیں، مولانا مرحوم کا عظیم صدقہ جاریہ تفسیر مدنی موسوم بھمدۃ البیان باقیات الصلحہ کے مصداق ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا عاشق الہی مدنیؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ، حضرت مولانا اخلاق حسن قاسمی اور حضرت مولانا سلمان الحسنیؒ، شیخ التفسیر بالحدیث مولانا شیر علی شاہ قدس سرہ العزیز جیسے جبال العلم و اساطین کی آراء گرامی سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

مولانا مدنی مرحوم کی مختصر سوانح کچھ یوں ہے کہ آپ ۱۹۴۲ء میں سردار خان ولی بن سردار نواب خان کے گھر آزاد کشمیر منگ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، باضابطہ درس نظامی کے لئے دارالعلوم پلندری میں شیخ الحدیث مولانا یوسف خانؒ کے ہاں داخلہ لیا، بعد ازاں علمی خوشہ چینی کے لئے کراچی پہنچے، جہاں دارالعلوم عربیہ نیوٹاؤن سے ۱۹۶۵ء میں فراغت پائی تکمیل علوم کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز اپنے ابتدائی مادر علمی دارالعلوم پلندری سے کیا۔ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۲ء تک وہیں پڑھایا، ۱۹۷۲ء میں

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچ کر جوار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تحصیل علم کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں فراغت کے بعد سعودی مرکز الدعوة والا ارشاد کی طرف سے متحدہ عرب امارت میں بحیثیت داعی تعینات ہوئے۔ عرصہ ۳۰ سال تک دینی و گردنواح میں دینی تدریس و دعوت کے کاموں میں مشغول رہ کر ۲۰۰۷ء کو پاکستان واپسی اختیار کی۔ آپ کے پسماندگان میں چھ بیٹے مولانا محمد طاہر مدنی، حافظ عمران، حافظ عامر، محمد عمار، محمد رضوان، حافظ منصور اور تین بہنیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے فرزندوں کو صبر جمیل کے ساتھ مرحوم کی تشنہ تکمیل علمی کاموں کو سر کرنے کی توفیق سے نوازے۔ امین

حضرت مولانا سعید الرحمن شاہ حقانی کا صاحب

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، دہلی و بارعب اور خاکسار طبعیت کے حامل حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب ساکن کا صاحب ۲۸ مئی ۲۰۱۸ء کو علی الصبح ساڑھے تین بجے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہم اغفرہ۔ نماز جنازہ دس بجے صبح آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سعد الحمید کی امامت میں ادا کیا گیا۔ مرحوم نے دارالعلوم حقانیہ میں اس زمانہ میں تحصیل علم کیا، جب مدرسہ گاؤں کے ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ان کے چچا ڈاکٹر میاں عبدالمجید مرحوم نے زیارت کا صاحب سے ہجرت کر کے یہاں لوگوں کے علاج معالجے کی خدمات کے لئے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم سے دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے علم تفسیر میں خوشہ چینی کے لئے لاہور پہنچے اور دوران درس ان کے افادات کو محفوظ کرتے رہے۔ ان کے بچوں کے ساتھ یہ قیمتی خزانہ اب بھی موجود ہے۔ عملی زندگی میں معلمی کا پیشہ اختیار کر کے سرکاری سکول میں فارسی کے ٹیچر مقرر ہوئے۔ ملازمت کے دوران پیر پیائی اور نوشہرہ نمبر اسکول میں تعیناتی رہی۔ ۱۹۹۱ء میں ریٹائرمنٹ پائی۔ انگریزیت سے سخت نفرت تھی اور اس نفرت کا اظہار کبھی کبھی اس طرح کہہ کرتے کہ اگر کوئی مجھے ایک ہزار روپیہ بھی دے تو انگریزی کا ایک لفظ سکھانے کا روادار نہیں ہوں۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعد الحفیظ اور مولانا سعد العلیم فضلاء حقانیہ کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد سعد الحمید شاہ حقانی کا صاحب

نوشہرہ صدر میں اولین دینی کتب خانہ کی داغ بیل ڈالنے والی شخصیت، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، شیخ رحمکار المعروف کا صاحب گاؤں کے معروف عالم دین حضرت مولانا سعد الحمید صاحب مختصر علالت کے بعد گزشتہ دنوں سہ پہر تین بجے بروز ہفتہ ۲۸ جولائی ۲۰۱۸ء کو اس دار فانی سے دارالقرار کی

طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہم وسع مدخلہ آپ ان فضلاء کرام میں شامل تھے جنہوں نے عمر بھر مادر علمی سے بھرپور رشتہ استوار رکھا، خانوادہ حقانی کے ہر فرد کے ساتھ محبت و خلوص کا تعلق مرتے دم تک نبھایا۔ انکے والد مولانا حافظ سعادت شاہ ہندوستان میں علوم دینیہ اور خاص کر علم حدیث کی خوشہ چینی کرنے کے بعد اپنے گاؤں پہنچے، تو قمر خیل مسجد میں امام و خطیب مقرر ہو کر لوگوں کی دینی رہنمائی کا کام شروع کیا اور تادم وفات خدمت دین کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ جد امجد ملا گل صاحب مرحوم بھی شہاب خیل میں دینی سیادت کے کام پر مامور رہے۔ جبکہ اجداد افغانستان کے صوبہ جلال آباد کے گاؤں دہ بالا سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ انکا تعلق شینواری قوم کی شاخ لباس خیل سے تھا۔

مولانا سعد الحمید نے اپنے والد سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی اور پھر گاؤں کے ہائی سکول سے میٹرک کیا، ازاں بعد دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں درس نظامی کے پڑھنے سے کیا، کافیہ کے لئے دارالعلوم حقانیہ میں آکر داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں فراغت پائی۔ اقتصادی ضروریات کے لئے اپنے بھائی کے مشورے پر نوشہرہ صدر میں دینی کتب خانہ قائم کیا، جو آج تک نوشہرہ کے باسیوں کے دینی ضروریات پوری کر رہی ہے۔ اسی کتب خانہ میں مرحوم نوشہرہ کے بعض طلباء کو مختلف کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی جگہ محلہ کی مسجد میں امامت کا کام بھی آپ کے ذمہ ہو چلا، جہاں تسلسل کے ساتھ رمضان میں قرآن پاک سنانے کی سعادت بھی حاصل رہی، امسال بھی رمضان میں بڑھاپے اور نقاہت کے باوجود یہ فریضہ باحسن انجام دیا۔ ایک ماہ قبل گھر میں پھسلنے کی وجہ سے کوہلے کی ہڈی ٹوٹ گئی، جس کا فوری آپریشن کیا گیا تاہم یہی علالت آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔ نماز جنازہ اسی روز بعد المغرب آٹھ بجے مولانا انوار الحق صاحب کی امامت میں پڑھا گیا، احقر نے تیسرے روز برادر مولانا لقمان الحق حقانی کی معیت میں فاتحہ خوانی کیلئے ان کے ہاں حاضری دی۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعد الاحد، مولانا سعد الواحد اور مولانا سعد الرحیم رحمہم اللہ تینوں

دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا و خیر املا

جواں سال مولانا حافظ اسد اللہ حقانیؒ (خادم خاص شیخ التفسیر والحدیث مولانا عبدالحلیم دیرباباجی)

ہمارے شاگرد رشید، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نوجواں فاضل، اساتذہ کی خدمت کی شعاری کے وصف پر پورا اترنے والے وفادار انسان، حافظ قرآن، مولانا قاری اسد اللہ حقانی طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں بروز منگل ۳۱ جولائی ۲۰۱۸ء کی صبح طویل علالت کے بعد چارسدہ کے گاؤں شیرپاؤ میں اس دنیا سے پردہ فرما گئے ”انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اغفرہ وارحمہ واجعل الجنة مثواه“ بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا، ایک عرصہ سے قاری صاحب پیٹ و معدہ کے موذی مرض

کینسر میں مبتلا تھے، دو تین سال قبل آپریشن کے دوران تشخیص ہوئی، تو بستر علالت پر پڑ گئے، دو تین ماہ علیل رہنے کے بعد دم درود اور علاج کے ذریعہ افاقہ ہوا، تو پھر مادر علمی پہنچ کر اپنے محبوب استاد اور دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث و رہبر طریقت مولانا عبدالعلیم المعروف بہ دیر باباجی کی خدمت میں لگ گئے۔

یاد رہے کہ مرحوم قاری صاحب نے حقانیہ سے ۲۰۱۱ء میں فراغت پائی تھی، تاہم فراغت کے بعد اس نے اپنے اساتذہ سے جدائی اختیار کرنے کے بجائے اپنی بقیہ زندگی روحانی مربیوں کی خدمت میں صرف کرنے کا عزم کیا۔ مادیت کے اس دور میں ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کیا ضرور ہیں کہ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی ذات اور مستقبل کے لئے کچھ سوچنے اور کر زرنے کے بجائے استاد کے در پر پڑ کر اس کی خدمت ہی کو معراج سمجھنا۔ اس میں موصوف کی عظمت و جذبہ کیساتھ ساتھ یقیناً اس کے والدین و برادران کی بھی دینی صلابت ظاہر ہوتی، کہ انہوں نے اپنے بچے اور بھائی کو دنیا کے کسی کام میں لگنے پر زور نہ دیا۔ اسی خدمت شعاری کے جذبہ کے بدولت مرحوم ہر استاد کے دوران طالب علمی اور فراغت کے بعد مرتے دم تک منظور نظر رہے۔

مزاجاً موصوف نفیس طبع واقع ہونے کے ساتھ ساتھ ہر وقت سفید کپڑے زیب رکھنے کی سنت پر عمل پیرا نظر آتے تھے، جب شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ کی دردناک شہادت کا واقعہ پیش آیا تو اس سے چند دن بعد قاری صاحب نے مجھ سے مل کر کہا کہ: ”جی کل میں نے خواب دیکھا کہ عالیشان محل ہے اس میں شہید موصوف ایک جگہ تشریف فرما نظر آرہے ہیں، ساتھ ہی ایک جگہ دوسری تخت مناسم کی نظر آرہی تھی، میں نے کہا کہ یہ کس کے لئے مختص ہے“ تو فرمایا کہ یہ عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں نے خواب سن کر کہا کہ شیخ صاحب شہید کا مقام تو یقیناً جنت میں اعلیٰ محل ہوگا ہی، تاہم میری جگہ ان کے جوار میں یہ آپ کا حسن ظن ہی ہے حقیقت نہیں۔ جس پر قاری صاحب نے قسم لے کر کہا کہ واللہ میں نے شیخ کی زبان سے خواب میں نے متعدد دفعہ سنا ہے کہ یہ مولانا عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں تاویل کرتے ہوئے نے عرض کیا کہ شاید ان کی مجھ سے خوشی و رضامندی کا اظہار ہو، اسلئے کہ شہادت سے قبل ایک ملاقات میں انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے اپنا سفر ایران جو مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ صاحب کی معیت میں کیا تھا الحق میں چھوڑ دیا، جبکہ اس سے پہلے میں اور آپ ۲۰۰۴ء میں ایران گئے تھے، اسے گول کر دیا، جس پر میں نے وہ گزشتہ سفر کی روئیداد قلمبند کر کے اگلے ماہ الحق میں شائع کر دی اسے ملاحظہ کر کے وہ بڑے خوش ہوئے تاہم افسوس مزید قسطنطنیہ آنے سے قبل ہی وہ رحلت فرما گئے، تو یہ ان کی روحانی خوشی کا مظہر ہے۔

ایک دوسرے موقع پر اسد اللہ مرحوم نے مجھ سے کہا کہ جی آج میں نے خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں اور دارالحدیث کے مینار کے ساتھ میں نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہمراہ ان کی زیارت کی، شیخ صاحب سے میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ جس پر

آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو کہ عرفان الحق کی ملاقات کے لئے یہاں آئے ہیں۔ پھر خواب میں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے یہ حضرت خضر ہیں جو عرفان الحق کی ملاقات کے لئے آئے ہیں، اب بھی کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہوں گا۔

میں نے خواب سن کر شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ اپنے آپ سے کوئی انسان چھپا نہیں رہتا۔ کہا ہم سراپا گنہگار اور کہا ایسے عظیم لوگ، تاہم قاری صاحب یہ آپ کی میرے ساتھ محبت ہی ہے۔ یہ دو خواب ہرگز نہ لکھتا اگر آج ہمارے یہ مخلص شاگرد جس کی رحلت کا سانحہ پیش آیا ہے، اس پر لکھنے کی نوبت نہ آتی، اللہ تعالیٰ اسے خود ستائی اور خود نمائی کے زمرے میں شمار نہ فرمائے۔ يفعل الله ما يشاء۔

قاری صاحب موصوف کے مختصر حالات جو ان کے بھائی قاری بیت اللہ سے میسر آ سکے ہیں۔ ۳ مئی ۱۹۸۵ء کو بیگزنی شیر پاؤ میں مولوی محمد جان ولد پیر محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ جس کا تعلق درانی قوم سے ہے، آپ کے والد افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں آباد ہوئے، شیر پاؤ میں شادی ہوئی اور پھر زمینداری کے پیشے سے وابستہ ہوئے، آپ کے ماموں شیخ الحدیث مولانا گل محمد دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں جو ۱۹۷۱ء میں فارغ ہوئے۔ انہوں نے علمی زندگی کی ابتداء کچھ اس طرح سے کی۔ ناظرہ قرآن پاک مولانا رحمت ہادی صاحب کے مدرسہ واقع پشاور میں پڑھنا شروع کیا ساتھ ہی گورنمنٹ پرائمری سکول محلہ غلام اور پھر اسی علاقے کے ہائی سکول سے مڈل پاس کرنے کے بعد حفظ قرآن کیلئے ۱۹۹۹ء کو مدرسہ تجوید القرآن شیر پاؤ میں داخلہ لیا۔ تکمیل حفظ کے بعد ایشیاء کے عظیم اسلامی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ میں درس نظامی کے لئے وارد ہوئے اور پھر ادھر ہی کر رہ گئے۔ پڑھنے کے دوران اپنے اساتذہ سے عقیدت و تعلق اور خدمت ان کا خصوصی وطیرہ رہا۔

بیماری کے دوران آخر میں غشی طاری ہو جاتی تھی، اس سے افاقہ پر بھائی کو کہتے کہ باباجی (دیر بابا) کدھر ہے۔ وہ اسے تسلی دے کر کہتے کہ ابھی گھر چلے گئے۔ پھر جب بیمار داراٹھنے کیلئے اسے سہارا دیتے تو یہ کہتا کہ مجھے چھوڑ دے باباجی کو پکڑ لیں۔ گویا مرض و بستر موت پر بھی اسے اپنے استاد کو سہارا اور خدمت کرنے کا ہی غم تھا..... ہر کہ خدمت کردا و مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

امید ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں مخدومیت کے اعلیٰ مراتب سے نوازے گا۔

ان کا نماز جنازہ اسی روز بعد العصر چھ بجے اپنے گاؤں میں مولانا انوار الحق صاحب کی امامت میں ادا کیا گیا، جس میں گرد و نواح اور دور دراز کے سینکڑوں علماء اور طلباء نے شرکت کی۔ جنازہ سے قبل احقر نے تعزیتی خطاب کے دوران کہا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: کن عالماً او متعلماً او خادماً موصوف میں یہ تینوں صفات جمع ہو گئے تھے۔ بعد ازاں مولانا انوار الحق صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔